رجسٹرڈ نمبر ل ۲۰۳۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر | خار وطن از سنبل و ریحاں خوشتر
یوسف کہ بمصر پادشاہی میکرد | میگفت گدا بودن کنعاں خوشتر

# کاکوری اخبار

جلد | کاکوری دوشنبہ ۱۶ دسمبر ۱۹۴۰ء مطابق ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۵۹ھ | نمبر ۱۶

## ادبیات

(غزل از منشی عبدالکریم صاحب سخن کاکوروی)

مجھے کیا ستائینگی فرقت کی راتیں | سمجھتا ہوں میں انکو عشرت کی راتیں
کٹیں ایسی کچھ میری غربت کی راتیں | کہ بھولیں مجھے عیش و راحت کی راتیں
شب غم کا نقشہ کچھ ایسا ہی بدلا | بنی ہیں شب ماہ ظلمت کی راتیں
کھنچا ہے تصور میں نقشہ ارم کا | ہیں شہلائے تاریک جنت کی راتیں
نہیں فکر کوئی بجز ایک غم کے | مجھے وہ ملی ہیں فراغت کی راتیں
تصدق میں اُن پر کروں جان و ایماں | میسر کبھی ہوں جو خلوت کی راتیں
کسے کب خدا جانے میعاد فرقت | یہ محشر کے دن ہیں قیامت کی راتیں
تماشا انھیں کا ہو خواب عدم میں | لحد میں ہوں انکی زیارت کی راتیں
فرشتے بھی دیکھیں تو ہو جائیں سکتہ | وہ راز و نیاز اور خلوت کی راتیں
الٰہی عطا کر وہ توفیق مجھ کو | کہ صرف عبادت ہوں فرصت کی راتیں
ہر دلمیں پیدا ہو پھر ذوق طاعت | مجھے پھر ملیں وہ سعادت کی راتیں
چھپے جاؤ مستو مے عشق احمدؐ | مبارک ہوں بزم رسالت کی راتیں

کہوں سلے سخن کیا میں اپنی کہانی
مقدر ہوئی ہیں یہ حسرت کی راتیں

## مفید معلومات

**کھبے:۔** برٹش میڈیکل جنرل نے لکھا ہے کہ بہت سے لوگ اس بات کو مانتے ہیں کہ کھبے (بائیں) ہاتھ والا بچہ زیادہ تیز فہم ہوتا ہے اس سلسلہ میں تحقیق کرنیوالوں نے پتہ چلایا ہے کہ دنیا میں ۳۰ فیصدی آبادی اُلٹے ہاتھ کی عادت لیکر پیدا ہوتی ہے انمیں سے بہت سے لوگ داہنے ہاتھ کا استعمال بھی سیکھ جاتے ہیں مگر اُنھیں آرام بائیں ہاتھ کے استعمال سے ہی محسوس ہوتا ہے۔ دونوں ہاتھوں کے استعمال پر اگر اچھی قدرت حاصل ہو تو ذہانت تیز ہو جاتی ہے کیونکہ جس رُخ کا ہاتھ زیادہ کام کرتا رہتا ہے اُسی طرف کا حصۂ دماغ بھی تیز ہوتا ہے۔

**انسانی جسم کے عجائب:۔** انسان کے چہرے کے دو رخ کبھی یکساں نہیں پائے جاتے۔ پانچ میں سے دو آدمیوں کی آنکھیں ضرور اونچی نیچی ہونگی اور دس میں سے سات آدمیوں کی آنکھوں میں ایک آنکھ دوسری آنکھ سے زیادہ تیز ہوگی اور سیدھی آنکھ اُلٹی آنکھ سے ذرا اوپر ہوگی۔ پندرہ آدمیوں میں صرف ایک آدمی کی بینائی مکمل ہوتی ہے۔ سفید بالوں والے لوگ اکثر آنکھ کے روگی ہوتے ہیں۔ (رسالہ ہمدرد صحت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# کاکوری اخبار

جلد ۷ | کاکوری دوشنبہ ۱۶ر دسمبر سنہ ۱۹۴۰ء | نمبر ۱۶

## تعمیر و تخریب پر ایک انگریز کے خیالات

"حسب ذیل سبق آموز مقالہ ایک انگریزی رسالہ سے ترجمہ کرکے ہم اپنے ناظرین کی ضیافت طبع کیلئے پیش کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ یہ مفید مضمون نہ صرف دلچسپی سے پڑھا جائیگا بلکہ کچھ وقت اسپر غور و فکر میں بھی گذارا جائے گا۔"

(اڈیٹر)

دنیا بھر کے انسانوں کی کوششوں کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے ایک قسم کو کسی چیز کے بنانے کی جدوجہد یعنے تعمیری کوشش اور دوسری قسم کو کسی شے کے مٹانے اور برباد کرنے کی رجحان یعنے تخریبی کوشش۔ دنیا میں برباد کرنے والے بھی اپنے شغل میں مصروف ہیں۔ یورپ کے ایک انسانے تباہ کرنے والونکی قوتوں کو تاریکی اور بنانے والوں کی طاقتوں کو نور کا خطاب دیا ہے اور روزمرہ کا تجربہ شاہد ہے کہ عام طور پر کمزور دلوں پر اندھیرے کا اثر زیادہ غالب ہوتا ہے۔ مٹانے والی قوتیں بچپن سے لیکر ضعیفی تک کارفرما نظر آتی ہیں۔ لیکن بنانے کی قابلیت حوصلہ مند اور پُراز امید جوانمردوں کے سوا بہت کم لوگوں میں ہوتی ہے۔

برباد کرنے والا دنیا میں ہنگامے پیدا کردیتا ہے۔ اپنے شور سے آسمان سر پر اُٹھا لیتا ہے۔ کمزور اور غیر مستقل مزاج لوگوں پر اُسکا جادو بڑی آسانی سے چل جاتا ہے وہ اُنکے جذبات کو اُکساتا ہے اُنکی قوت متخیلہ کو اُبھارتا ہے اور حکمت عملی سے اُنکے خالی دماغوں میں اپنا مقام پیدا کرلیتا ہے۔ اسکے بعد غور و فکر سے عاری اور علم و عمل سے تہیدست فوج اُسکے پیچھے ہولیتی ہے۔

لیکن اگر ہم تعمیر کرنے والوں کی طرف دیکھیں تو ہم کو یہی نظر آئے گا کہ جہان والوں کی نگاہوں سے اوجھل، خاموش ایک کونے میں بیٹھے اپنا کام کررہے ہیں۔ وہ پرواہ بھی نہیں کرتے کہ کوئی اُنکی طرف دھیان کرے۔ وہ دھن کے پکے اور کام کے بندے ہیں۔ اُنکو مقصد اور صرف مقصد سے غرض ہے۔ وہ ہر وقت کام کرتے رہتے ہیں۔ خاموش کام کو ہر دلعزیزی بہت کم نصیب ہوا کرتی ہے اور بہت کم لوگ اُسکی طرف کھنچکر آیا کرتے ہیں۔

بنانے والوں کی کوششیں جبتک انجام کو نہ پہونچ جائیں اور انکی کامیابی روز روشن کی طرح نمایاں ہوجائے اہل دنیا کو اپنی طرف مائل نہیں کرسکتیں۔ بنانے والے کے راستہ میں مٹانیوالا ہر قدم پر رکاوٹ پیدا کرتا ہے اور اول لذکر ہر قسم کی مخالفتوں کا مردانہ وار مقابلہ کرنے پر تیار ہوجاتا ہے۔ ان گنت اعتراضات اور غیر محدود تنقیدوں کے جوابات دینا پڑتے ہیں۔ اسکے علاوہ بنانے والا لیڈر کبھی ہر دلعزیز نہیں ہوتا۔ عامۃ الناس اُس کام کی بہت کم قدر کرتے ہیں۔ اُسکا انعام یہی ہے کہ وہ پوری بصیرت سے اس حقیقت کے احساس میں سرشار ہے کہ وہ موجودہ اور آئندہ نسلوں کی بہبودی، خدمت اور فیض رسانی کے لئے ایثارانہ کام کررہا ہے یہی وجہ ہے کہ تعمیری عمل میں کسی خاص جوش اور اثر کے ڈھونڈھنے کی اُمید بیکار ہے۔ اگر اس ملک کے ترقی اور اقبالمندی کے راستہ پر گامزن ہونا ہے۔ غریبی اور افلاس کا مقابلہ کرنا ہے تو اُسکے لئے تعمیر لازمی ہے لیکن تعمیری جدوجہد میں وقت بہت صرف ہوتا ہے۔ بڑا صبر دکھانا پڑتا ہے۔ بڑی مشکل یہ ہے کہ اکثر اوقات بنانے والوں کے پاس کوئی ایسی نظر فریب چیز نہیں ہوتی کہ وہ اسکی نمائش سے دیکھنے والوں کے دلوں کو لبھائیں۔ اُنکے پاس جو کچھ بھی ہوتا ہے اُس کے پرکھنے کیلئے مبصروں کی ضرورت ہوتی ہے اور ان کا وجود اکثر حالات میں عنقا کا حکم رکھتا ہے۔

صناعات کی طرف متوجہ ہونے کو عام طور پر دماغی خوبیوں کا تباہ کرنے والا کہا جاتا ہے۔ مادہ پرستی کا ولولہ اور حصول دولت کا اشتیاق دماغ کی نفاست کو خراب کر دیتا ہے۔ اس بارہ میں تعمیری کام اور صنعت میں جو تعلق اور امتیاز ہے اُسکو ذہن نشین رکھنا چاہیئے۔ صناعات کو ٹھوس بنیادوں پر چلانے کیلئے تعمیری کام کے بغیر چارہ نہیں صنعت اُس چیز کا نام ہے کہ ہمیشہ ایک ہی عمل کو کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ تعمیری کام دماغ کو بناتا اور سنوارتا ہے اور تکرار عمل اُسکو تباہ کرتی ہے۔ اگر ہم صحیح معنوں میں کسی تعمیری کام کے طالب ہیں تو ہم کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اسمیں محنت بہت زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ شور و شر مطلقاً نہیں ہوتا اور ظاہر ٹیپ ٹاپ بھی نظر نہیں آسکتی۔ اسمیں سودا دست بدست نہیں ہوتا۔ حاصل شدہ کامیابیاں دکھائی نہیں دیتیں بلکہ آئندہ نتائج کو نگاہ میں رکھنا پڑتا ہے۔ اسکے جانچنے کا معیار وعدہ ہے۔ گذشتہ کی تکمیل نہیں۔ حال کیلئے یہی کافی ہے کہ تعمیری کام کی کیفیت معلوم کر لی جائے۔ باقی رہے نتائج اُنکو انجام کار کے بعد "مستقبل" کی زبان سے سننے کی خواہش رکھنا چاہیئے ان باتوں سے بڑھکر اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ صرف اس خیال کو لیکر کہ انجام ابھی بہت دور پڑا ہے۔ آغاز پر نفرت و حقارت کے تیروں کی بوچھار نہیں کرنا چاہیئے۔

# یورپ کی بیحیائیوں کا عبرتناک نظارہ

"یورپ کی حد سے بڑھی ہوئی آزادی آئے دن جو گل کھلا رہی ہے اُسکے تذکرے برابر اخبارات میں ہوتے رہتے ہیں۔ دلدادگان فیشن اور مقلدین تہذیب مغربی ان واقعات سے سبق حاصل کریں اور سوچیں کہ کیا تہذیب اسی کا نام ہے کہ جگہ جگہ حسین و جمیل عورتوں کی نمائش گاہیں قائم کی جائیں اور بیحیائیوں کے مظاہرے ہوں اور بے غیرتی و بے حیائی کا وہ طوفان بپا ہو کہ عقل و تہذیب بھی اُسپر ماتم کرنے لگے۔ مغربی تہذیب و تمدن کا یہ سیلاب بڑی تیزی سے ہندوستان کی طرف آرہا ہے اور بے پردگی اور بیحیائی کے مناظر اب وہ ہمارے ملک میں بھی نہ صرف اوسط درجہ کے طبقہ میں بلکہ بڑے بڑے خاندانوں اور اُمرا کے یہاں دیکھنے میں آرہے ہیں جسکے نتائج بعض خاندانوں کے سمجھدار افراد کو خون کے آنسو رُلا رہے ہیں۔ ہم ذیل میں ایک سبق آموز قصہ درج کرتے ہیں اُمید ہے کہ آزاد منش اور مغربی تہذیب کے پرستار اسپر ٹھنڈے دل سے غور کرینگے اور اپنی اسلامی تہذیب اور ایشیائی تمدن کو تباہ کن مغربی تقلید کے طوفان سے بچائینگے۔" (اڈیٹر)

پولینڈ کے شہر لوڈز میں لانگفوس نامی ایک سوداگر رہتا تھا جبتک وہ مجرد رہا اسکی آمدنی اُسکے اخراجات کو کفایت کرتی رہی لیکن شادی کرکے اور دو بچوں کا باپ بنجانے کے بعد اُسے محسوس ہونے لگا کہ اسکی آمدنی مصارف کے مقابلہ میں بہت کم ہے اور چونکہ پولینڈ میں ذرائع آمدنی کو وسعت دینا ممکن نہ تھا اسلیئے اُس نے پولینڈ سے ہجرت کرنے اور امریکہ جاکر قسمت آزمائی کرنے کا تہیہ کر لیا۔ امریکہ پہونچکر پہلے تو وہ ایک کارخانہ میں ملازم ہوا اور جب اُسکے پاس کچھ سرمایہ ہو گیا تو اُس نے تجارت شروع کر دی۔ چونکہ اُسکی عمر اسی دشت کی سیاحی میں گذری تھی۔ تجربہ کافی تھا اور جزرس بھی تھا اُسکے کاروبار کو قلیل ہی عرصہ میں بہت زیادہ ترقی ہوئی اور دیکھتے دیکھتے وہ کئی کوٹھیوں کا مالک بن گیا۔ پولینڈ میں اُسکی جوان بیوی اُسکا انتظار کرتے کرتے مایوس ہو کر اسی غم میں گھل گھل کر مر گئی اور اُسکے لڑکے اور لڑکی کو بعض اقارب نے اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا۔

اب لانگفوس کے پاس روپیہ پیسہ کی کمی نہ تھی۔ ہر وقت امریکہ کی عریانی پسند مہ جبینوں کا جمگھٹا اُسکے گرد رہنے لگا۔ دن بھر اپنے کاروبار میں مصروف رہتا اور رات جنت ارضی کی ان حوروں کی صحبت میں تھیٹروں، رقص گاہوں، ہوٹلوں اور سینماؤں میں گذارتا۔ رفتہ رفتہ پولینڈ کی یاد اُسکے دل سے محو ہو گئی اور اپنے بیوی بچوں کو فراموش کرکے ایک امریکن حسینہ کے ساتھ شادی کر لی۔ تاہل کی یہ دوسری زنجیر بھی کچھ زیادہ

مضبوط ثابت ہوئی اور اُسکی یہ نئی بیوی بھی صرف ایک سال بعد ایک ننھی بچی چھوڑ کر اُسے داغِ مفارقت دیگئی۔

باپ نے اس لڑکی کی تربیت نہایت اعلےٰ پیمانہ پر کی اسکی خدمت کیلئے باتمیز و باسلیقہ خادمائیں مہیا کیں۔ ملک کی قابل ترین اُستانیاں اسکی تعلیم کیلئے مقرر ہوئیں۔ عیش و تنعم کے سب سامان اُسکے لیے فراہم کیے گئے۔ لڑکی تھی ہونہار و مستعد بڑی ہوکر نہ صرف حسن صورت میں بلکہ حسن سیرت میں بھی لاجواب نکلی۔ بازار میں، سڑک پر، سیرگاہ میں جس طرف نکل جاتی اُنگلیاں اُٹھتی تھیں۔

ادھر وہ بہن بھائی بھی جو پولینڈ میں تھے جوان ہوکر فن تجارت میں مشغول ہوئے۔ دونوں وجیہ اتنے تھے کہ جو ایک نظر دیکھ لیتا فریفتہ ہوجاتا اور خوش قسمت ایسے کہ مٹی پر ہاتھ ڈالتے تو سونا بن جاتی۔ تھوڑے عرصہ میں خاصے مالدار ہوگئے اور پولینڈ سے نقل مکان کرکے وائنا چلے گئے جہاں اُنکا ستارہ اور بھی چمکا اور اُنھوں نے خوب ہی دولت و شہرت حاصل کی کچھ عرصہ کے بعد بھائی نے فلسطین جانے اور ارض مقدس کی زیارت سے سعادت اندوز ہونے کا ارادہ کیا۔ بہن نے پہلے تو اس سفر میں بھائی کے ساتھ جانے سے انکار کیا لیکن آخر سوسائٹی کی محبت پر بھائی کی محبت غالب آئی اور وہ دونوں فلسطین کو روانہ ہوگئے۔

ابھی وہ فلسطین ہی میں تھے کہ اُنکی امریکن بہن بھی یورپ کی سیر سے فارغ ہوکر وہیں آپہونچی اور اتفاق سے اُسی ہوٹل میں آکر ٹھہری جسمیں یہ دونوں مقیم تھے۔ بڈھے لانگفوس نے امریکہ جاکر اپنا نام بھی بدل دیا تھا۔ لہذا ان بہن بھائیوں کیلئے ایک دوسرے کو شناخت کرنے کا کوئی قرینہ موجود نہ تھا۔ اسے خون کا جوش کہئے یا حسن کی جاذبیت نوجوان لوڈزی کا دل خودبخود اپنی امریکن بہن کی طرف کھنچا جاتا تھا۔ اُنکے درمیان محبت کی پینگیں بڑھیں اور آخر اُنھوں نے شادی کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ لڑکی نے نکاح سے قبل باپ کی اجازت حاصل کرنا ضروری سمجھا اور باپ کو تار دیا کہ وائنا کے دو بہن بھائی جو وضع قطع اور تراش خراش سے امیرزادے معلوم ہوتے ہیں اور جنکا حسن و جمال مہر و ماہ پر طعنہ زن ہے یہاں سیاحت کیلئے آئے ہوئے ہیں۔ بھائی نے حسن عالم سوز اور شیرینیٔ گفتار سے میرے دل پر قبضہ کرلیا ہے اور میں بیخودی کے عالم میں جو لازمۂ عشق و محبت ہے اپنے آپ کو اُسکی زوجیت میں دیدینے کا وعدہ کرچکی ہوں۔ تار پہونچتے ہی بڈھا لانگفوس بھی فلسطین کو چلدیا اور داماد کی قابلیت دیکھ کر ایسا خوش ہوا کہ اُس نے طالب و مطلوب کے درمیان حائل ہونے کی ضرورت نہ سمجھی۔ ان بہن و بھائی کے نام سُنکر بڈھے کے کان تو ضرور کھڑے ہوئے مگر جب اُسے معلوم ہوا کہ وہ وائنا کے رہنے والے اور امیر و کبیر ہیں تو اُسکا شبہ رفع ہوگیا کیونکہ اُسے یقین تھا کہ جن دو بچوں کو وہ پولینڈ میں چھوڑ کر آیا تھا وہ اتنی جلدی وائنا کے امرا میں شامل نہیں ہوسکتے۔ بڈھا بھی تجرد سے تنگ آگیا تھا چنانچہ اُس نے نوجوان لوڈزی کی پرجمال بہن سے شادی کی درخواست کی اور وہ بھی اُسکی بے شمار دولت پر ریجھ گئی اور اُنکی شادی ہوگئی۔

امریکہ پہونچکر ایک دن پولینڈ کا ذکر آیا بڈھا لانگفوس لوڈزی کا نام سُنکر اُچھل پڑا۔ نوجوان لوڈزی اور اُسکی بہن نے باپ کی گمشدگی ماں کی وفات اور اپنی مصیبتوں کے قصے بیان کیے۔ بڈھے نے جب یہ داستان سُنی تو اُسکے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور وہ بیہوش ہوکر وہیں گر پڑا۔ فاجر والد اولی لابصار یہ نہ معلوم ہوا کہ اس راز کے انکشاف کے بعد اُنپر کیا گذری۔

# جلاوطن شہزادی کا خط

اماں حضرت کو آداب!

میں آپ کی بیٹی کالے پانی کے ملک میں ہوں۔ اپنے وطن دہلی سے ہزاروں کوس دور۔ میکے سے جدا اور ایسی جدا کہ اب جیتے جی کبھی کسی میکہ والے سے ملنے کی آس نہیں ہے۔ آپ کا

خط سائیں سبیل شاہ صاحب لیکر آئے تھے جب وہ حضور (بہادر شاہ) سے باتیں کر رہے تھے۔ میں نے چلمن سے دیکھا زار و قطار رو رہے تھے اور حضور کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے باتیں کر کے سائیں صاحب ان کے (جواں بخت کے) ساتھ میرے کمرے میں آئے اور خط دیا۔ خط دیتے ہی رونے لگے — مجھے بھی وہ وقت یاد آ گیا۔ جب میری شادی ہوئی اور غالب و ذوق کے سہروں کا چرچا ہوا اور میں نے آپکے ذریعہ دونوں سہرے منگائے تو بھی سائیں سبیل شاہ لیکر آئے تھے — اُسوقت میں ولیعہد ہندوستان کی ملکہ تھی۔ سائیں صاحب سات ڈیوڑھیوں اور پہرہ داروں کو عبور کر کے مجھ تک آئے تھے آج میں جلاوطن قیدی ہوں اور ایک قیدی کی بیوی ہوں۔ قیدی ساس اور قیدی سسرے کی بہو ہوں۔ اب یہاں نہ وہ لال قلعہ ہے نہ پہرہ دار ہیں نہ سات ڈیوڑھیاں ہیں۔ بس لکڑی کا بنا ہوا ایک مکان ہے۔ جو برسات میں ٹپکتا ہے اور جس میں دو چار کمروں کے سوا زیادہ گنجائش نہیں ہے۔ ایک کمرہ میں حضور (بہادر شاہ) اور ملکۂ عالم (زینت محل) کی خواب گاہ ہے دوسرے میں میرا اور انکا (جواں بخت) کا بستر ہے۔ تیسرے میں نوکر ہیں۔ چوتھے میں کھانے اور ملنے جلنے کا انتظام ہے — مجھے یہاں کی ہوا راس نہیں آئی۔ بارش بہت ہوتی ہے۔ مچھر بھی بہت ہیں۔ مکان پُرانا اور بوسیدہ ہے۔ اکثر بخار ہو جاتا ہے حضور اور ملکۂ عالم بھی ہمیشہ بیمار رہتے ہیں۔ بس خدا کے فضل سے یہ (جواں بخت) ایک ایسے ہیں جنکو یہاں کی ہوا سے کچھ نقصان نہیں ہوا — آپنے دلی کی تباہی کا جو حال لکھا ہے وہ تو ہم جب دلی میں تھے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آئے تھے ہاں آپکا بھائی (بڑے بھائی) کی پھانسی کا حال اس خط سے معلوم ہوا۔ وہ تو غدر کے دنوں میں بنارس گئے ہوئے تھے انکو کس خطا پر پھانسی دی؟ یہ بات آپنے نہ لکھی۔ سائیں صاحب سے میں نے پوچھا تھا کہنے لگے حضرت سید حسن عسکری کو پھانسی دیگئی تو کسی نے کہدیا کہ یہ بھی شاہ صاحب کی سازش میں شریک تھے۔

اور شاہ ایران کو جو خط گیا تھا اسمیں انکا بھی دخل تھا اور بنارس بھی اسی غرض سے گئے تھے کہ بات چھپانے کا ایک بہانہ ہو جائے — میں نے آپکا بھائی کا حال سُنا کہ انکو بڑی بے دردی سے پھانسی دیگئی۔ اور آپ خود پھانسی کے وقت موجود تھیں۔ تو مجھے مارے غم کے غش آنے لگا — ہم جب دہلی سے جلاوطن ہو کر چلے ہیں۔ اُسوقت تک تو وہ بنارس سے آئے نہیں تھے۔ انکی چھوٹی لڑکی کا بین کر کر کے رونا سائیں صاحب سے سُنا تو کلیجہ منہ کو آنے لگا۔ سعیدہ سلطان کی عمر شاید چار برس کی ہوگی اسکو کیا خبر کہ باپ کہاں چلا گیا۔ اور اُسکو کیوں پھانسی دیدیگئی تھی۔ جب میں نے سعیدہ کی یہ بات سُنی کہ آپکا بھائی کی لاش گھر میں آئی تو اُس نے آپ سے کہا ابا حضرت ہم سے خفا ہو گئے بولتے نہیں۔ آنکھ بند کئے لیٹے ہیں۔ تو میرا کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ سعیدہ مجھے بہت یاد آتی ہے اور جب سے آپکا بھائی کے مارے جانے کا حال سُنا ہے سعیدہ کا خیال روز آتا ہے۔ موئی مٹی کی نشانی ہے۔ میں اسکو دیکھتی تو دل کے زخم پر مرہم لگ جاتا۔ مگر میں کہاں؟ سعیدہ کہاں؟ اور میرے ماں باپ کہاں؟ اور میرا دلی شہر کہاں؟ — اب تو کوئی امید دلی آسکنے کی نہیں۔ ہمارے بزرگوں پر بہت سے برے وقت آچکے ہیں۔ حضرت بابر پر ہم سے زیادہ مصیبتیں پڑ چکی ہیں مگر وہ اتنے مایوس نہیں تھے۔ جتنے ہم مایوس ہیں۔ کیونکہ ان کی ہمت کے سامنے ساری دنیا کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ ان کی تلوار میں زور تھا۔ وہ جب چاہتے تھے ہزاروں لاکھوں آدمی ان کی حمایت کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے اور اُن کی مصیبت دور ہو جاتی تھی۔ مگر ہماری حالت یہ ہے کہ اسوقت ہمارا ایک آدمی بھی ہمدرد نہیں معلوم ہوتا۔ اور دنیا میں ہمدردی جب ہی ہوتی ہے کہ ہمدردی کرنے والوں کو کسی سے کچھ امید ہو اور توقع ہو۔ ہم سے اب کسی کو کیا امید ہوگی اور کیا توقع ہوگی۔ سب جانتے ہیں کہ ہماری حکومت ختم ہو چکی۔ ہمارے اقبال کا چراغ گل ہو چکا۔

ہمارے سب حامی مرچکے۔ اب جو ہماری مدد کا ارادہ کرے گا یا ہم سے ہمدردی رکھے گا اسکو قید ہوگی یا پھانسی۔ اور کوئی انعام واکرام ہم اسکو نہ دے سکیں گے۔ حضرت امام حسینؓ کے قاتلوں کو یزید کے دربار سے بہت کم گزارہ ملتا تھا۔ یعنے فی کس ڈیڑھ سیر جَو دیے جاتے تھے۔ اور قاتلوں نے محض ڈیڑھ سیر جَو کی خاطر رسول اللہؐ کے نواسوں کو شہید کردیا۔ اگر حضرت امام حسینؓ ڈیڑھ سیر جَو شاہی فوج کو فی آدمی دے سکتے تو وہ قاتل حضرت امام حسینؓ کے ساتھ ہو جاتے۔ ہمارا حال بھی ایسا ہی ہے کہ آج ہم اپنے ہمدردوں اور حامیوں کو ڈیڑھ سیر جَو بھی نہیں دے سکتے۔ پھر ہم سے کوئی کیوں ہمدردی کرے۔ اور ہماری حمایت کا خیال اُس کے دل میں کیوں آئے۔ یہ دنیا تو اُمید اور توقع سے قائم ہے۔ جب ہم کسی کی امید اور توقع پوری نہ کرسکیں۔ تو وہ ہماری مدد کیوں کرے؟

اس ملک کی زبان اور ہے۔ مذہب اور ہے۔ رہنا سہنا کھانا پینا سب ہم سے اجنبی ہے وہ جانتے بھی نہیں کہ ہم کون ہیں اور یہاں ہم کو کیوں قید کیا گیا ہے۔ اماں جی ہماری یہ قید ایسی قید ہے کہ نہ ہم قیدی ہیں نہ آزاد ہیں۔ نہ مردہ ہیں نہ زندہ ہیں۔ اپنے گھر میں اور اپنے شہر میں اور اپنے ملک میں جا نہیں سکتے۔ اسلئے قیدی ہیں اور طوق زنجیر گلے میں ہے اور پاؤں میں نہیں ہے اسلئے آزاد ہیں۔ سب دوستوں قرابتداروں سے جبراً جدا ہیں اسلئے مردہ ہیں۔ بولتے چالتے کھاتے پیتے ہیں اسلئے زندہ ہیں۔ کہاں تک لکھوں۔ سائیں سبیل شاہ کی زبانی سب حالات معلوم ہو جائینگے۔ سعید سلطان (بڑے بھائی مقتول کی لڑکی) کو گود میں لینا۔ سینہ سے لگانا۔ منہ چومنا اور کہنا کہ پھپھو کا پیار لو۔ ابا حضرت کو یاد نہ کرو۔ ہم کو بھی بھول جاؤ۔ نہ وہ ملیں گے نہ ہم ملیں گے۔ وہ قبر میں ہیں انکی قبر اپنے وطن میں ہے مگر ہماری قبر پردیس میں ہے جبتک زندہ ہیں۔ اور جب مرجائیں گے تب بھی قبر میں رہیں گے
— آداب اماں جانی تسلیم۔ خالی گود والی آپ کی بیٹی۔

(از قلم حسن نظامی دہلوی) (ماخوذ)

# وطن کی خبریں

نوٹ :- (۱) احباب اور جملہ اہل وطن سے جو باہر ہیں خواہ وطن میں گذارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اور اطلاعات دفتر میں ارسال کرکے مشکور کرتے رہیں (اڈیٹر)

**موسم** :- سردی اب اچھی خاصی ہونے لگی ہے۔ دن کو ۹-۱۰ بجے تک دھوپ میں بیٹھا جاسکتا ہے۔ رات کو کافی ٹھنڈک ہوتی ہے۔ ہوا میں بھی رطوبت بڑھ گئی ہے۔ گذشتہ عشرہ میں کئی دن ابر کے ٹکڑے فضا میں منڈلاتے رہے اور دو ایک دن تھوڑی تھوڑی دیر کیلئے ابر پوری طرح آسمان پر محیط بھی رہا لیکن بارش نہیں ہوئی جو فصل ربیع کیلئے مفید ہوتی۔ ۱۱ر دسمبر کو دن بھر بہت غلیظ ابر آسمان پر رہا اور وقفہ وقفہ سے ترشح بھی ہوا، سردی اپنے پورے شباب پر آگئی ہے۔

**آب و ہوا** :- کوئی خاص شکایت سوائے نزلہ زکام کے نہیں سُنی گئی۔

**اعراس** :- (۱) حضرت مولانا حمیدالدین محدثؒ کا سالانہ عرس حسب معمول یکم ذیقعدہ ۱۳۴۹ھ (یکم دسمبر ۱۹۳۰ء) بروز یکشنبہ عصر و مغرب کے درمیان زیر انتظام مولوی احتشام الدین علوی مسجد واقع بارہ دری (مولوی محلہ) میں ہوا تھا۔ حافظ آیات کلام پاک تلاوت کیں اور فاتحہ خوانی کے بعد مطابق دستور قدیم ہنڈیاں تقسیم کیگئیں (دیکھا جاتا ہے کہ اولاد جناب مولانا صاحب ممدوح بہت کم زحمت شرکت گوارہ کرتے ہیں۔ اور اب ایک افسوسناک صورت جو پیدا ہونے کا احتمال ہے وہ یہ ہے کہ موضع دگھیا جسکی آمدنی سے ایک جزو رقم عرس مذکور اور انتظام مسجد میں صرف ہوتی تھی حصہ داروں کو دینے میں تامل ہو رہا ہے اور اب تقسیم موضع کے بعد اور یہ اندیشہ قوی ہوتا جاتا ہے کہ خدانخواستہ اسکا اثر عرس اور مسجد پر پڑے۔ ہم حصہ دار صاحبان کو عموماً اور اولاد جناب مولانائے مغفور کو خصوصاً توجہ دلا کر عرض کرینگے کہ ان نیک کاموں سے دستکش نہوں کہ انھیں دیرینہ رسوم سے بزرگوں کو ثواب پہونچنے کے ساتھ انکے نام زندہ رہیں گے

اور اولاد کو فلاح دارین حاصل ہوگی۔ (اڈیٹر)

(۲) حضرت منعب علی شاہؒ (چودھری محلہ) کے عرس کے سلسلہ میں حسب دستور قدیمہ ۲ر ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ (دوشنبہ) بعد نماز عصر قل و فاتحہ خوانی کے بعد حاضرین کو شیرینی تقسیم ہوئی۔ قل کے بعد پھر فاتحہ پڑھا گیا اور لوگوں کو پلاؤ کا تبرک تقسیم کیا گیا اور اکثر مخصوصین کے گھروں پر بھی حصے بھیجے گئے۔ یکم و ۲ر ذیقعدہ کی درمیانی شب میں شاہ صاحب موصوف کے مزار پر حسب معمول چراغاں بھی ہوا تھا۔ منعب علی شاہؒ کے قل کے بعد اُسی دن شب کو ملکھرا شاہؒ کا عرس ہوا اور اہل محلہ کی جانب سے حاضرین کو میٹھا دلیہ تقسیم کیا گیا اسکے بعد حضرت شاہ ریاض الدین قلندرؒ کا عرس ہوا اور گڑ دھنیہ تقسیم کیگئی۔ یہ تینوں عرس ایک ہی تاریخ میں مثل سالہائے گذشتہ ہوئے۔ مذکورۃ الصدر دونوں بزرگ حضرت منعب علی شاہؒ کے ہمعصر تھے۔

(۳) بروز یکشنبہ ۸ر ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ (۸ر دسمبر ۳۸ء) عصر و مغرب کے درمیان حضرت مخدوم شاہ نظام الدین قاری عرف مخدوم شیخ بھیکہؒ کا سالانہ عرس زیر انتظام حافظ حکیم عبدالحلیم صاحب حسب دستور مسجد اندرون احاطہ مزار میں ہوا اور پنج آیت و فاتحہ خوانی کے بعد حاضرین کو بوندیاں تقسیم کی گئیں۔ مخدوم صاحب کی اولاد میں جو دلچسپی و انہماک جناب حکیم صاحب لیتے ہیں اگر اور حضرات بھی اُنکا ہاتھ بٹائیں تو اس عرس میں اچھی شان پیدا ہو سکتی ہے۔

**خوشخبری:-** یہ سنکر بڑی خوشی ہوئی کہ دو ہونہار نوجوانوں کی کوششیں بارآور ہوگئیں۔ یعنے ڈاکٹر مشتاق احمد علوی خلف حاجی ڈاکٹر حکیم احمد علوی ہیلتھ افسری کے انتخاب میں آگئے ہیں اور گورکھپور میں تقرر ہونے کا حال معلوم ہوا ہے۔ دوسرے منشی معین الدین علوی خلف منشی مشکور علی علوی کا بمشاہرہ ۔۔۔ ماہوار اسلامیہ کالج الہ آباد میں ڈرائنگ ماسٹری کی خدمت پر تقرر ہوگیا ہے۔ باری تعالےٰ دونوں کو مبارک کرے۔ اور جلد جلد ترقیاں حاصل کریں۔

**صحت و تندرستی:-** (۱) ڈپٹی امیر احمد صاحب علوی بی۔ اے کا مزاج گذشتہ عشرہ کے آخر میں سست ہوگیا تھا۔ پیٹ میں درد کئی گھنٹہ شدید رہا اور اُسکی خلش دو تین دن باقی رہی تھی۔ اب درد کا اثر بفضلہ بالکل نہیں ہے البتہ کسی وقت ریاحوں کے غلبہ کے باعث طبیعت مضمحل ہوجاتی ہے اور یوں طبیعت بحال ہے۔

(۲) حافظ حکیم عبدالحلیم صاحب علوی (احاطہ رحیم باسط) کے متعلق معلوم ہوا کہ گذشتہ ماہ میں شدید بخار کئی دن آیا تھا بخار کی تکلیف اور متعدد فاقوں کی وجہ سے ضعف ہوگیا تھا۔ اب خدا کے فضل سے بالکل صحیح و تندرست ہیں۔

(۳) الہ آباد کی ایک تحریر سے معلوم ہوا کہ قادری مشیر احمد علوی ناظر کی اہلیہ کی طبیعت لکھنؤ سے الہ آباد ہو کر خراب ہوگئی تھی۔ تشنج دورہ ہوا تھا ساتھ ہی یہ بھی دریافت ہوا کہ اب اچھی ہیں۔

(۴) والدہ مولوی خلیل احمد عباسی کو اسطرف قلبی تکلیف ہوگئی تھی کئی دن طبیعت سست رہی۔ حکیم مشیر احسن علوی کے علاج سے فائدہ بتلاتی ہیں۔ بظاہر بھی طبیعت بحال معلوم ہوتی ہے۔

**علالتیں:-** (۱) معلوم ہوا کہ مولوی شفیق احمد عباسی بمقام زنلام علیل ہوگئے ہیں۔ پہلے کولھے سے ایک ٹانگ میں شدید درد ہوا جو انجکشنوں سے رفع ہوگیا۔ اب قلبی تکلیف شروع ہوگئی ہے ڈاکٹری علاج سے فائدہ نہیں ہوا یونانی علاج سے شدائد میں کمی ہوگئی ہے خدا کرے شکایات جلد دفع ہوں اور سابقہ صحت عود کرے۔

(۲) مولوی تحسین الدین علوی کے متعلق دریافت ہوا ہے کہ یونانی علاج جاری ہے ضعف بہت ہوگیا ہے۔ ہاتھوں پیروں پر ورم بھی ہے متلی اور اپھرن میں کچھ کمی بیان کی جاتی ہے اللہ جل شانہٗ اپنا فضل و کرم فرمائے۔

(۳) والدہ مولوی ضمیر الدین علوی عرف غیبی، لکھنؤ میں ورم جگر وغیرہ کا علاج کر رہی تھیں کہ ملیریا کا حملہ ہوا اور بخار آنے لگا جس نے اور بھی ضعیف کر دیا۔ اب کاکوری آگئی ہیں۔ ورم میں

زیادہ کمی نہیں ہے اور بخار تیز نہیں ہے البتہ حرارت ابھی رہتی ہے۔ کمزوری بہت ہے۔ علاج جاری ہے۔ خداوند کریم جلد صحیح و تندرست فرمائے۔ اسطرف پیشاب کے دوروں نے اور بھی نحیف کر دیا

(۴) اہلیہ مولوی سید مقبول الدین صاحب کے متعلق دریافت ہوا ہے کہ ہومیوپیتھک علاج اب ترک کر دیا گیا ہے اور یونانی علاج شروع ہوا ہے جس سے منہ کے درد میں کچھ کمی بتائی جاتی ہے۔ اور ورم میں بھی تخفیف ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور مریضہ کو صحت کلی عطا کرے۔

(۵) قاضی راشد علیخاں عباسی کے بچاس انجکشنوں کا کورس ختم ہو گیا اور اب دوسرا کورس دس انجکشنوں کا شروع ہوا ہے جسمیں اسوقت تک دو انجکشن ہو چکے ہیں۔ خدا کرے یہ دور ختم ہونے کے بعد آنکھ کی شکایت پورے طور پر دفع ہو جائے ڈاکٹر معالج نے دواؤں کی تخفیف کے ساتھ پرہیز وغیرہ میں بھی کمی کرنے کی ہدایت کی ہے۔

(۶) ہمشیرہ مولوی سلطان بادر علوی کی آنکھیں ابھی تک نہیں کھلی ہیں۔ ہومیوپیتھک علاج سے اتنا ضرور ہوا ہے کہ پلکوں اور پپوٹوں میں کچھ جنبش ہونے لگی ہے اور غذا بھی اب کچھ رغبت سے کھائی جاتی ہے ورنہ کمی خوراک سے ضعف بہت بڑھ رہا تھا۔ خدا کرے اس طریقہ علاج سے مریضہ کو فائدہ ہو اور شکایات جلد دفع ہوں۔

**متفرقات**:۔ (۱) معلوم ہوا کہ الہ آباد میں جو پولیٹکل کانفرنس صوبہ مسلم لیگ کی جانب سے ۲۴، ۲۵، ۲۶ دسمبر سنہ ۶ کو ہو رہی ہے اسمیں شرکت کیلئے کاکوری مسلم لیگ سے حسب ذیل حضرات کو ضلع لیگ نے بطور ڈیلیگٹ منتخب کیا ہے۔ ڈپٹی امیر احمد صاحب علوی بی۔ اے، حاجی محمد حسن علوی، مسٹر محبوب الرحمن خاں بیجانی، سید محمد مشیر الدین، شیخ احسان اللہ کربانی، قاضی راشد علیخاں عباسی بی۔ اے بطور ممبر صوبہ لیگ شرکت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اہلیہ قاضی راشد علیخاں کو زنانہ مسلم لیگ نے اپنا ڈیلیگٹ منتخب کیا ہے وہ بھی غالباً الہ آباد جائینگی

مذکور الصدر ساؤن منڈوبین کے متعلق دریافت ہوا ہے کہ ۲۳ دسمبر کو یہاں سے روانگی کا قصد رکھتے ہیں۔

(۲) رائے بہادر بابو جوتی پرشاد صاحب حاکم پرگنہ تحصیل لکھنؤ ۲۹ نومبر سنہ ۶ کو بسلسلۂ دورۂ سرمائی کاکوری آئے تھے یکم دسمبر تک قیام رہا۔ ۳۰ نومبر کو قصبہ کا گشت کیا تھا اور چیرمین ٹاؤن ایریا اور بعض سربرآوردہ حضرات سے ملاقات کی تھی۔ قصبہ کے معاملات کے متعلق تبادلۂ خیالات ہوا۔ دوران گفتگو میں موصوف کو یہ سنکر افسوس ہوا کہ کاکوری میں بنچ مجسٹریٹی کے ٹوٹنے سے اہل قصبہ و مضافات کے لوگوں کو بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے خصوصاً ٹاؤن ایریا کے معاملات میں زیادہ زحمتیں ہوتی ہیں۔

۲ دسمبر کو ڈپٹی صاحب ممدوح نے ٹاؤن ایریا کے جلسہ میں بھی شرکت کر کے ٹاؤن ایریا کے ممبران سے شناسائی حاصل کی اور مفید مشورے کمیٹی کو دیے و نیز قصبہ کی ضرورتوں کے پیش نظر آمدنی بڑھانے کی جانب بھی کمیٹی کو اسکیم مرتب کرنے کی رائے دی۔ ڈپٹی صاحب بہت خوش اخلاق اور اپنے پیش رو کے مقابلہ میں بہت تیز کام کرنے والے آدمی ہیں۔

(۳) معلوم ہوا کہ منشی عزیز علی علوی برادر منشی مشکور علی علوی بھوپال سے بحصول رخصت وطن آئے ہوئے ہیں واپسی کا قصد تھا لیکن اپنی والدہ کی سخت علالت کیوجہ سے رخصت میں توسیع کرانے پر مجبور ہوئے۔

(۴) معلوم ہوا ہے کہ ڈاکخانہ اپنی پرانی جگہ (کوٹھی تلہ) سے محلہ کٹرہ کہنہ کوٹھی خان بہادر منشی تاج الدین صاحب مرحوم میں منتقل ہو گیا ہے۔ آج ۱۲ دسمبر سنہ ۶ سے نئے مکان میں کام شروع ہو گیا۔

حادثہ:۔ ۱۴ دسمبر سنہ ۶ (شنبہ) بوقت ایک بجے دن والدہ منشی مشکور علی علوی نے دنیا سے رحلت کی اور اپنے لڑکوں و لڑکیوں کو اپنی شفقت و سرپرستی سے محروم کر دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ علالت کا سلسلہ کئی ماہ سے تھا اور اسی برس کے سن میں بواسیر کی تکلیف اور ورم جگر کے باعث اسہال کے بار بار دورے نے بہت ضعیف کر دیا تھا۔ مرحومہ بڑی نیک دل اپنے چھوٹوں پر بڑی شفیق بی بی تھیں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ ہم اس حادثہ میں مرحومہ کے صاحبزادوں، صاحبزادیوں اور دیگر اعزہ سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے انکو صبر جمیل عطا ہونے کی دعا کرتے ہیں۔

(سید محمد مشیر الدین نے یونائیٹڈ انڈیا برقی پریس لکھنؤ میں باہتمام سید توسل حسین چھپوا کر دفتر کاکوری اخبار مولوی محلہ (دال ٹی) کاکوری سے شائع کیا)